اُردو کی ظریفانہ شاعری میں سید محمد جعفری ، نذیر احمد شیخ اور سید ضمیر جعفری کا موضوعاتی تقابل

Thematic Comparison of Sayyed M Jafri, Nazir Ahmad Sheikh, and Sayyed Zamir Jafri in Urdu Humorous Poetry

[i] ڈاکٹر عمارہ اقبال [ii] ڈاکٹر عبدالواحد

Abstract:

Sayyed Muhammad Jafri, Nazir Ahmad Sheikh and Sayyed Zamir Jafri are great names in urdu humorous poetry. They earned this unique identity in Urdu literature. Owing to their intellectual genius and thematic variety, these great humorous writers have left an asset behind them which is still alive. Their poetry is full of keen observation and imagery. It is replete with a satire on political imbalance and social inequalities, cheerfulness, elegance, exuisiteness and humour are dominant in their satire. When there is some injustice in society, they satirize it. Their whip dominates their topics of literature, society, politics and so-called religiousness. They feel pained at the injustice, corruption, deprivations, govt, politics, religion and culture. They express this suffocation humorously. At the same time, their views and thoughts represent the thoughts of a common man and teach him a message of "Keep smiling with courage and determination", despite all these adverse circumstances.

Keywords: *Humorous poetry, Sayyed Muhammad Jafri, Nazir Ahmad Sheikh, Sayyed Zamir Jafri, Urdu literature, Intellectual genius, Thematic variety, Satire, Injustice.*

سید محمد جعفری ، نذیر احمد شیخ اور سید ضمیر جعفری اردو مزاحیہ شاعری کے بڑے نام ہیں۔ انھوں نے اردو ادب میں ایک منفرد شناخت حاصل کی۔ اپنے فن اور موضوعاتی تنوع کے باعث ، ان مزاح نگاروں نے ایک ایسا ادبی سرمایہ چھوڑا ہے جو آج بھی زندہ ہے۔ ان کی شاعری گہری مشاہدہ نگاہی اور پُراثر تمثیلات سے بھرپور ہے۔ وہ سیاسی بے اعتدالیوں اور معاشرتی ناہمواریوں پر طنز سے بھرپور شاعری کرتے ہیں۔ ان کی مزاحیہ نظموں میں خوش مزاجی ، شائستگی ، نفاست اور لطافت نمایاں ہیں۔ ان کی طنزیہ شاعری میں ادب ، سماج ، سیاست اور نام نہاد مذہب کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ ناانصافی ، کرپشن ، محرومی ، حکومت ، سیاست ، مذہب اور ثقافت جیسے موضوعات پر اپنی تکلیف کا اظہار طنز کے پیرائے میں کرتے ہیں۔ ان کے خیالات عام آدمی کے جذبات کی ترجمانی کرتےہوئے یہ پیغام دیتے ہیں کہ ''حالات خواہ جیسے بھی ہوں ، حوصلے اور عزم کے ساتھ مسکراتے رہو۔''

کلیدی الفاظ: مزاحیہ شاعری ، سید محمد جعفری ، نذیر احمد شیخ ، سید ضمیر جعفری ، اردو ادب ، فکری عظمت ، موضوعاتی تنوع ، طنز ، ناانصافی ، بد عنوانی۔

اُردو کی ظریفانہ شاعری کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو شروع سے اب تک کئی شعراء ایسے ہیں جنھوں نے اپنی شاعری اور فن کے ذریعے اُردو کی ظریفانہ شاعری کے سرمایہ میں اضافہ کیا۔ جو شاعر اپنی فکری و فنی عظمت کی بنا پر ادب میں اپنی بھرپور شناخت کرواتا ہے یا اس کی شاعری کلاسیکیت کی حدوں کو چُھو لیتی ہے تو پھر ناقدین ایسے شعراء کا تقابل کرکے فکری و فنی عظمت کا تاج کسی ایک شاعر کے سر پر رکھ کر اپنی ادب شناسی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اُردو کی ظریفانہ شاعری میں اکبر الہٰ آبادی معتبر نام ہے۔ ان کے بعد سید محمد

[i] پرنسپل ، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین خان پور ، ضلع رحیم یار خان (Corresponding Author)
[ii] اسسٹنٹ پروفیسر (اردو)، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج خان پور ، ضلع رحیم یار خان۔

جعفری، اکبر کے فکر و فن سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔ سید محمد جعفری کے ہم عصر شعراء میں نذیر احمد شیخ اور سید ضمیر جعفری کا نام اُردو کی ظریفانہ شاعری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ سید محمد جعفری، نذیر احمد شیخ اور سید ضمیر جعفری کے کلام کا فکری و موضوعاتی اعتبار سے تقابلی جائزہ لیتے ہیں۔

سید محمد جعفری (۱۹۷۶-۱۹۰۵) ریاست بھرت پور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ سید محمد جعفری میں بچپن سے ہی مزاح کی حس بہت تیز تھی اور شعر کہنے کا مادہ بھی فطری طور پر موجود تھا۔ بچپن ہی سے مضحکہ خیز صورت حال کو شعر کے قالب میں ڈھالنے لگے تھے۔

نذیر احمد شیخ ۱۹ جون ۱۹۱۱ء کو پٹیالہ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم پٹیالہ اور جالندھر میں مکمل کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ان کا خاندان گجرات میں آباد ہوا۔ نذیر احمد شیخ صاف گو، خوش گفتار، مخلص اور دیانت دار انسان تھے۔ ان کی شاعری اور طبیعت میں لااُبالی پن نمایاں نظر آتا ہے۔ نذیر احمد شیخ بے ساختہ شعر کہتے تھے۔ انھوں نے شاعری کو ذریعہ معاش نہ بنایا بلکہ دلچسپی کی بنا پر مشقِ سخن جاری رکھی۔

سید ضمیر جعفری یکم جنوری ۱۹۱۴ء کو موضع چک عبدالخالق ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سید ضمیر حسین شاہ تھا۔ یہ فوج کے شعبے تعلقات عامہ میں اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے، کہ ۱۹۴۹ء میں استعفیٰ دے کر راولپنڈی میں مقیم ہو گئے۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کا الیکشن لڑا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ نئے سرے سے فوج میں دوبارہ بھرتی ہو گئے۔ ۱۹۶۶ء میں میجر کے رینک سے ریٹائر ہوئے۔ اُردو کی ظریفانہ شاعری کے یہ شاعر کئی محفلوں کو کشتِ زعفران بنانے کے بعد ۱۲ مئی ۱۹۹۹ء میں اس جہان سے کوچ کر گئے۔

سید محمد جعفریؔ، سید ضمیر جعفری اور نذیر احمد شیخ کے ہاں سماجی، سیاسی، تفریحی، معاشرتی اور ادبی موضوعات میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ ان تینوں شعراء نے ''بس'' کے سفر کی خوب منظر کشی کی ہے۔ پاکستان کی بس سروس تمام شہروں کی تقریباً ایک جیسی ہے۔ چاہے کراچی ہو یا لاہور، لوگوں کا ہجوم، دھکم پیل اور گاڑی کی خستہ حالت اس سفر کو تکلیف دہ بنا دیتی ہے۔

نذیر احمد شیخ کی نظم ''زمیندار بس'' اس صورتِ حال کی آئینہ دار ہے:

نہ بیٹھا نہ ڈھب سے کھڑا ہے مسافر　　مسافر کے اوپر پڑا ہے مسافر
بہت جی ہی جی میں پڑا ہے مسافر　　کشاکش نفس در نفس چل رہی ہے
زمیندار بستی کی بس چل رہی ہے[1]

سید محمد جعفری نے بھی بس کا سفر کیا ہے۔ وہ اپنے مشاہدات اور تجربات کے مطابق اپنی نظم ''بس کا سفر'' میں کہتے ہیں:

کوئی بیٹھا ہوا تھا سیٹ پر اور کوئی کندھوں پر   یہ وقتِ آزمائش تھا خدا کے نیک بندوں پر
نہ تھا معلوم جب شامل ہوا تھا بس کے حجرے میں   کہ مجھ جیسے بہت سے بندر ہوں گے ایک حجرے میں [۲]

نذیر احمد شیخ اور سید محمد جعفری کی طرح سید ضمیر جعفری کو کراچی کی بس میں سفر کرنے کا موقع ملا۔ ان کا مشاہدہ اور تجربہ بھی اپنے اندر خاص لطافت رکھتا ہے:

گریباں پسینے سے تر ہو رہا ہے   کمر بند گردن کے سر ہو رہا ہے
سفینہ جو زیر و زبر ہو رہا ہے   اِدھر کا مسافر اُدھر ہو رہا ہے
جو دیوار تھی اس میں در ہو رہا ہے   کراچی کی بس میں سفر ہو رہا ہے [۳]

مجموعی طور پر تینوں شعراء نے ایک جیسا تاثر قائم کیا ہے۔ کیفیات کم و بیش ایک جیسی ہیں۔ روانی، طنز و ظرافت اور شگفتگی کے اعتبار سے یہ نظمیں ظریفانہ شاعری میں خوب صورت اضافہ ہیں۔

سید محمد جعفری نے اپنی نظم ''گورنر سے خطاب'' میں مونچھوں کا ذکر اس انداز میں کیا ہے:

تم میں لیڈر کی سی شان اور پھبن کچھ بھی نہیں   مونچھ ہی مونچھ ہے چہرے پہ دہن کچھ بھی نہیں
دل کو پتھر کی طرح ہار ڈلے پھرتے ہو   لب پہ مونچھیں ہیں کہ مڈ گارڈ لیے پھرتے ہو [۴]

نذیر احمد شیخ کی نظم ''مونچھیں'' شگفتگی اور لطافت کا خزینہ ہے:

کس قدر ہیں کڑی اور کراری مونچھیں   روئے اقدس پہ جو کرتی ہیں سواری مونچھیں
ایسی دیتا ہے کسے خالقِ باری مونچھیں   ناک سے گال سے ہر سمت سے جاری مونچھیں [۵]

سماجی نقطہ نظر سے زیادہ سے زیادہ پیسے کمانے کے لیے اشیائے خورد و نوش کی مصنوعی قلّت کی جاتی ہے اور ملاوٹ کر کے انسانی زندگیوں سے کھیلا جاتا ہے۔ ملاوٹ اور بلیک مارکیٹنگ کے ذریعے بے حسی، لالچ اور حرص جیسے قبیح فعل نے ہماری معاشرتی زندگی کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ نذیر احمد شیخ نے ان بُرائیوں کو اپنی نظم ''بلیک مارکیٹ'' میں بیان کیا ہے:

جہاں تک اِن دکانوں پر نظر دوڑائی جاتی ہے   ضرورت کی ہر اِک شے ان میں غائب پائی جاتی ہے
دساور سے جہاں تک جنس کو آتا تو دیکھا ہے   مگر آگے خدا جانے کہاں دفنائی جاتی ہے [۶]

نذیر احمد شیخ اِن معاشرتی ناہمواریوں اور قباحتوں کو شگفتگی میں لپٹ کر اُجاگر کرتے ہیں۔ سید محمد

جعفری معاشرتی بُرائیوں کی نشاندہی کے ساتھ ایسے عوامل جو ہماری معاشرتی زندگی کو تباہ کرتے ہیں۔ انھیں تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں۔ سید محمد جعفری انسانوں سے محبت کا درس دیتے ہیں اور ملک و قوم کی ترقی کا راستہ دکھاتے ہیں۔ اپنی نظم "ملاوٹ" میں لکھتے ہیں:

اے ملاوٹ کرنے والو اے بنی نوعِ بشر — تم نے مرچوں میں ملا دی ہیں جو اینٹیں پیس کر
اور دواؤں کا ملاوٹ سے مٹاتے ہو اثر — کیا کبھی سوچا تمھاری قوم جاتی ہے کدھر
کیا ہے یہ انداز ملک اور قوم کی تعمیر کا — خون گردن پر ہے طفل و جوان کا پیر کا [۷]

معاشرتی بے حسی اس قدر بڑھ گئی ہے لوگ ایک دوسرے کی مجبوریوں کا فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ قدرتی آفات میں بھی نفع خوری اور بے ایمانی سے باز نہیں آتے۔ ان شعراء نے اس معاشرتی بُرائی کو شدید طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ اِن بے حس انسانوں اور مفاد پرستوں کو جھنجوڑا ہے اور انھیں حقیقی فرائض سے آگاہ کیا ہے۔ سید محمد جعفری کے فکر و فن کے بارے میں سید فیاض محمود رقم طراز ہیں:

> معاشرتی کمزوریوں کو شگفتہ انداز میں نظم کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔۔۔ وہ اجتماعی زندگی کی کمیوں اور سیاسی حالات پر بڑے شوخ انداز میں ہنستے ہیں۔ اِن کے ہاں طنز گہرا نہیں شوخی اور زندہ دلی غالب ہے۔[۸]

سید محمد جعفری نے مردم شماری کے طریقہ کار پہ تنقید کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ مردم شماری بامقصد ہونی چاہیے۔ اپنی نظم "مردم شماری" میں پاکستان میں ہونے والی مردم شماری کی قباحتوں کو یوں بیان کرتے ہیں:

مولوی کی طرح کھاتے ہو کہ پینا ہے پسند — خاندانی طور پر کتنے ہو تم منعولہ بند
کتنے منصوبے ہیں چھوٹے کتنے منصوبے بند — اور اگر مفو بیاں ہیں کچھ تو نشئی ہوش مند
صاحبِ اولاد ہو یا زائد المعیاد ہو — تم غزل گوئی میں کس استاد کی اولاد ہو [۹]

مردم شماری خاص پر صاحبانِ اقتدار اپنی مرضی سے جب چاہتے ہیں کروا لیتے ہیں۔ سید ضمیر جعفری اپنی نظم "مردم شماری" میں لکھتے ہیں:

وزارت کے لیے مردم شناسی شرطِ اوّل تھی — مگر حضرت نے پوری قوم کی مردم شماری کی
ضرورت بے ضرورت لڑ گئے جو سامنے آیا — سیاست میں مسلمانوں نے اکثر فوجداری کی [۱۰]

سید محمد جعفری اور سید ضمیر جعفری نے صورتِ حال اور ایک ہی کیفیت کو بیان کیا ہے۔ لیکن اندازِ بیان دونوں شعراء کا مختلف ہے۔ اِن دونوں شعراء نے وزیرِاعظم کی برطرفی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ سید محمد جعفری نے حکمرانوں کی تبدیلی کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ جب کہ سید ضمیر جعفری نے اِس تبدیلی کو شگفتہ انداز میں بیان کیا ہے۔ سید ضمیر جعفری نے ناظم الدین کی وزارت کی برخاستگی کو موضوع بنایا ہے اور پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل غلام محمد کے اس غیر آئینی اقدام پر شگفتہ تنقید کی ہے:

ناظم الدین وزارت کا ہوا فیل جو ہارٹ — اس میں تقدیر کی خوبی تھی کچھ انسان کا آرٹ
ہو نہ ہو دانۂ گندم کا تھا اس کھیل میں پارٹ — خواجہ ہر صوبے سے کچھ سیبوں کی بھر لائے تھے کارٹ
الٹی جب کارٹ تو سیب اس میں سے درجن نکلے — بعض سیبوں کو ٹٹولا تو وہ بینگن نکلے [۱۱]

سید ضمیر جعفری نے وزیرِاعظم پاکستان محمد خان جونیجو کی برخاستگی کو اپنی نظم ''وزیرِاعظم محمد خان جونیجو کی برطرفی پر'' موضوعِ سخن بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

گئے تھے قصرِ دولت سے — سائیں جونیجو
اے سندھ والو — کوئی اور بھیجو [۱۲]

سید ضمیر جعفری، سید محمد جعفری کے عقیدت مند تھے۔ اِن کی فنی و فکری عظمت کے قائل تھے۔ سید ضمیر جعفری سید محمد جعفری کی عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

> نظم و نثر کے مختلف دائروں میں دو اہلِ قلم کو بیک وقت اپنا مرشد مانتا ہوں۔ نثر میں مولانا صلاح الدین احمد اور چراغ حسن حسرت سے بیعت رکھتا ہوں اور مزاحیہ شاعری کے حوالے سے میرا گرینڈ سیلوٹ (Grand Salute) سید محمد جعفری کے لیے مخصوص ہے۔ [۱۳]

ہماری معاشرتی زندگی کی خرابی کی ایک وجہ مغربی تہذیب کی نقل ہے۔ اسلامی روایات کو بھلا کر اپنا تشخص پامال ہو رہا ہے۔ مغربی تہذیب سے بعض اوقات مضحکہ خیز صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے۔ سید محمد جعفری نے اپنے ذاتی اور اجتماعی تجربے کو مضحکہ خیز انداز نظم ''کھڑا ڈنر'' میں بیان کیا ہے:

کھڑا ڈنر ہے غریب الدیا کھاتے ہیں — بنے ہوئے شتر بے مہار کھاتے ہیں
اور اپنی میز پر ہو کر سوار کھاتے ہیں — کچھ ایسی شان سے جیسے ادھار کھاتے ہیں

شکمِ غریب کی یوں فسٹ ایڈ ہوتی ہے ڈنر کے سائے میں فوجی پریڈ ہوتی ہے [۱۴]

سید ضمیر جعفری اپنی نظم ''کھڑا ڈنر'' میں لکھتے ہیں:

کبابوں کی رکابی ڈھونڈنے کو کئی میلوں میں دوڑایا گیا ہوں [۱۵]

ہماری اس طرح کی دعوتوں میں افراتفری اور بدنظمی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اِن شعراء نے اپنی نظم میں ان رویوں پر طنز کیا ہے۔ سید محمد جعفری اور سید ضمیر جعفری کی نظم ''کھڑا ڈنر'' کا موازانہ کیا جائے تو سید محمد جعفری نے ''کھڑا ڈنر'' کی متحرک تصویر پیش کی ہے۔ انھوں نے اس طرح خارجی ماحول کو اپنی گرفت میں لیا ہے کہ منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ سید محمد جعفری کی یہ نظم منظر کشی طنز و ظرافت اور شگفتگی کا عمدہ نمونہ ہے۔ لوگوں کا کھانے پر جھپٹنا منفرد شان رکھتا ہے۔ فکری فنی اور مزاح کے حوالے سے یہ نظم اپنا منفرد مقام رکھتی ہے۔ سید ضمیر جعفری کی یہ نظم فن ومزاح میں بلند مقام رکھتی ہے۔ لیکن سید محمد جعفری کی نظم ہر حوالے سے بھرپور تاثر قائم کرتی ہے۔ سید محمد جعفری اور سید ضمیر جعفری کی ظریفانہ شاعری میں موضوعات کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ معاشرتی اور سیاسی زندگی کے کئی پہلوؤں اِن شعراء نے اپنے مشاہدات اور افکار کے ذریعے ظریفانہ انداز میں بیان کیے ہیں۔ الاٹمنٹ کے وسائل بھی ان دونوں شعراء کا مشترکہ موضوع رہا ہے۔ سید محمد جعفری الاٹمنٹ کے مسائل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الاٹ منٹ ہیں یاروں کی آستینوں میں نہ ہے زمیں، نہ مکاں، لاالٰہ الااللہ [۱۶]

سید ضمیر جعفری نے اپنی نظم ''وبائے الاٹمنٹ'' میں قیامِ پاکستان کے فوراً بعد درپیش آنے والے الاٹمنٹ کے مسائل کو موضوعِ سخن بنایا ہے:

چکی ملے، مشین ملے، بادباں ملے پانی ملے، زمین ملے، آسماں ملے
کچھ تو مری جناب ملے، مہرباں ملے ہر چند حق نہیں ہے مگر پھر بھی ہاں ملے
یعنی الاٹمنٹ برائے الاٹمنٹ [۱۷]

سید محمد جعفری کی طرح سید ضمیر جعفری نے الاٹمنٹ کے مسائل اور لوگوں کی لالچ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ سید ضمیر جعفری اور سید محمد جعفری نے ''رویت ہلال کمیٹی'' پر بھی خوب تنقید کی ہے۔ جس کی وجہ سے دو عیدیں ہوئیں۔ ایک سرکاری اور دوسری غیر سرکاری عید۔ یہ واقع صدر پاکستان ایوب خان کے دور میں پیش آیا۔ چاند کی خبر صرف مالاکنڈ ایجنسی سے رات ۱۲ بجے موصول ہوئی تھی۔ جس کی بنیاد پر عید کا

اعلان کر دیا گیا تھا۔ عوام اِس فیصلے سے خوش نہیں تھی۔ لیکن چاند کا اعلان سرکاری طور پر ہوا تھا۔ اِس لیے حکومت کے قریبی اور سرکاری ملازمین نے اِس روز عید منائی تھی۔ رویتِ ہلال کے اس فیصلے پر عوام، سرکاری اور غیر سرکاری عید میں تقسیم ہو گئی تھی۔

سید ضمیر جعفری اپنی نظم ''دو عیدیں'' میں اس صورتِ حال کو یوں بیان کرتے ہیں:

مولوی صاحب کھڑے ہو کر کسی مینار پر　　اپنی چشم سرمگیں کی کوشش بسیار سے
چاند پیدا کر ہی لیتے تھے یہ جہدِ جستجو　　ابر کے گھمسان، گہرے بادلوں کے غار سے [18]

اگرچہ ہر شاعر کا اندازِ بیاں، مشاہدہ اور فکروفن دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ لیکن بعض موضوعات میں مماثلت کی وجہ سے شعراء کو ایک دوسرے سے قریب لے آتا ہے۔ سید محمد جعفری کے فکر و فن میں ندرت پائی جاتی ہے۔ اس واقعے کو سید محمد جعفری نے عمدگی سے بیان کیا ہے۔ کہ طنز و ظرافت کے جملہ عناصر دعوت کا نظارہ دیتے ہیں۔ سید محمد جعفری نظم ''رویت ہلال کمیٹی'' میں لکھتے ہیں:

ڈپٹی کمشنروں کو نظر آ گیا ہلال　　رمضانیوں کے گھر میں ہوئی زندگی وبال
شوال ان کے گھر میں گھس آیا بصد جلال　　اور سب کے گھر میں بٹنے لگے جوتیوں میں دال
''حیراں تھا دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں''　　''ہر اِک سے پوچھتا تھا کہ جاؤں کدھر کو میں'' [19]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری سید محمد جعفری کے موضوعاتی تنوع پر لکھتے ہیں:

> پاکستان کی سماجی زندگی میں حکومت وسیاست اور مذہب و ثقافت کے حوالے سے جتنی گمراہیاں، غلط اندیشیاں، ناانصافیاں، بدعنوانیاں ظہور میں آئی ہیں۔ وہ سب سید محمد جعفری کے مشاہدہ و مطالعہ میں رہی ہیں۔ معاشرتی و سماجی زندگی کا شاید ہی کوئی ناہموار پہلو ہو گا جسے سید محمد جعفری نے دل سوزی و شوخی کے ساتھ موضوعِ سخن نہ بنایا ہو۔ [20]

سید محمد جعفری، سید ضمیر جعفری اور نذیر احمد شیخ اُردو شاعری کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جن کی آب وتاب اُردو مزاحیہ شاعری کو روشن رکھے گی۔ اِن کے شگفتہ افکار اور ظریفانہ کلام محفلوں کو کشتِ زعفران بناتے رہیں گے۔ بے حسی معاشرے میں اِس حد تک بڑھ گئی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی مجبوریوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ناگہانی آفات میں بے ایمانی اور نفع خوری سے باز نہیں آتے۔ نذیر احمد شیخ

اپنی نظم ''سیلابی منافع'' میں کہتے ہیں:

ایک تاجر جو خاندانی ہے اس کے گھر میں بھی خوب پانی ہے
لیکن اس نے کچھ اور ٹھانی ہے یعنی دولت ہی اب کمانی ہے
چھت پر چڑھ کر دکان لگائی ہے جیسے یہ عرشِ گبریانی ہے [۲۱]

اِس ناگہانی آفت میں دکان دار سے سیر مانگو تو چھٹانک دیتا ہے۔ زیادہ نفع کمانا کہاں کی انسانیت ہے۔ سید محمد جعفری نے ملک میں وقتاً فوقتاً سیلاب کی وجہ سے پیدا ہونے والی ایسی صورتِ حال کو شدید طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ سید محمد جعفری اپنی نظم ''سیلاب اور ہم'' میں لکھتے ہیں:

وہ جو مفلس ہیں وہ روتے ہی رہے شام و سحر لیکن اس سیلاب نے مجھ پر بھی یہ ڈالا اثر
روک کر رکھے ہیں میں چاول، آٹا، گھی، شکر ''پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر''
ظاہر سیلاب کے غم میں بہت روتا ہوں میں ہیں مگر مچھ کے جو آنسو ان سے منہ دھوتا ہوں میں [۲۲]

سید محمد جعفری نے جرأت اور دلیری سے ہمیشہ بے حِس انسانوں اور مفاد پرست عناصر کو سختی سے جھنجوڑا ہے اور انھیں ان کے اصل فرائض سے آگاہ کیا ہے۔ انسانی رویوں کے ساتھ ساتھ سیلاب کی تباہ کاریوں سے بھی آگاہ ہیں۔ شوخی و ظرافت کے پردے میں اصلاحی طرزِ عمل کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ یہی وہ فکری امتیاز ہے جو سید محمد جعفری کو ایک منفرد اور ممتاز حیثیت عطا کرتا ہے۔

انور مسعود، سید محمد جعفری کے فکر و فن پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> میں سمجھتا ہوں سید محمد جعفری نے اُردو مزاحیہ شاعری کی تہذیب ہی نہیں بلکہ اس کے معنوی کینوس کو بھی وسیع کیا ہے۔ اصل میں وہ یہ چاہتے ہیں کہ معاشرے کی جملہ بدصورتیوں کو کسی اخلاقی بیوٹی پارلر میں لے جایا جائے۔ اِن کا آئیڈیل کردار کوتاہیوں اور سیاہیوں کے تعفن سے پاک اور اعتدال کی خوشبو میں بسا ہوا معاشرہ ہے۔[۲۳]

اُردو شاعری کا مستقبل روشن اور تابناک ہے۔ عہدِ حاضر کے طنزیہ اور مزاحیہ شاعر اپنی بھرپور استعداد اور استطاعت کے مطابق اس کشتِ زعفران کو تازگی اور شگفتگی عطا کر رہے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نذیر احمد شیخ، واہ رے شیخ نذیر (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ۹۹۔
۲۔ سید محمد جعفری، کلیات سید محمد جعفری (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)، ۳۱۶۔
۳۔ سید ضمیر جعفری، نشاطِ تماشا (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء)، ۲۸۶۔
۴۔ سید محمد جعفری، کلیات سید محمد جعفری، ۱۴۳، ۲۷۸۔
۵۔ نذیر احمد شیخ، واہ رے شیخ نذیر، ۱۴۷۔
۶۔ ایضاً، ۳۷۔
۷۔ سید محمد جعفری، کلیات سید محمد جعفری، ۲۸۸۔
۸۔ سید فیاض محمود (مرتب)، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاک و ہند، جلد دہم (لاہور: مرتبہ: پنجاب یونی ورسٹی، فروری ۱۹۷۲ء)، ۶۴۸۔
۹۔ سید محمد جعفری، شوخیِ تحریر (لاہور سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ۱۳۸۔
۱۰۔ سید ضمیر جعفری، نشاطِ تماشا، ۸۲۹۔
۱۱۔ سید محمد جعفری، شوخیِ تحریر، ۱۶۱۔
۱۲۔ سید ضمیر جعفری، نشاطِ تماشا، ۸۵۰۔
۱۳۔ بحوالہ: مختار حُر، سید محمد جعفری: شخصیت اور فن (مقالہ برائے ایم۔ فل اردو) (فیصل آباد: گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، ۲۰۰۳ء)، ۲۹۹۔
۱۴۔ سید محمد جعفری، شوخیِ تحریر، ۱۵۵۔
۱۵۔ سید ضمیر جعفری، نشاطِ تماشا، ۷۶۔
۱۶۔ سید محمد جعفری، شوخیِ تحریر، ۶۴
۱۷۔ سید ضمیر جعفری، نشاطِ تماشا، ۶۳۔
۱۸۔ ایضاً، ۹۱۰۔
۱۹۔ سید محمد جعفری، شوخیِ تحریر، ۱۱۲۔
۲۰۔ فرمان فتح پوری، "دیباچہ"، مشمولہ: شوخیِ تحریر (لاہور سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ۲۳۔
۲۱۔ نذیر احمد شیخ، واہ رے شیخ نذیر، ۸۶۔
۲۲۔ سید محمد جعفری، کلیات سید محمد جعفری، ۲۱۳۔
۲۳۔ انور مسعود، شاخِ تبسم (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ۲۷۔